سارے دکھ سکھ سے گزر چکی تھی کہ اب ڈاکٹروں کی طرح مریضوں کے وارڈوں میں پھرتے ہوئے اسے اختلاج قلب نہ ہوتا تھا۔ امتل کے ساتھ رہنے میں ایک خاص آرام یہ تھا وہ کچھ نہ مانگتی تھی نہ جسمانی تعلق نہ روحانی محبت نہ روپیہ پیسہ نہ شہرت نہ تعیف ..... جس طرح پچانوے فی صد شادی شدہ مرد اپنی محبوبہ سے دل کا تیلیفون ملا کر بیوی سے مباشرت کرتے ہیں

ایسے ہی امتل بالکل لاتعلقہ کے ساتھ میرے ساتھ وقت گزارتی تھی اسے غالبا میرا بالکل شوق نہ تھا کیونکہ وہ مجھ سے بھی پرانا گدھ تھی ہم دونوں زیادہ وقت ساتھ ساتھ تو ضرور گزارتے تھے لیکن جس طرح جوتے کے پیر الگ الگ ہوتے ہیں اور ساتھ ساتھ چلتے ہیں ایک نوعیت سے یہ رشتہ پہلے رشتوں سے بھی زیادہ بانجھ تھا اسی لیے فریقین کو جذباتی ذہنی کوئی نکھار بھی حاصل نہ ہوا۔ امتل وہ لاش تھی جو مدتوں بیماریاں جھیلنے کے بعد مری تھی اس کا گوشت انسانی نہیں تھا ایک طرح کا سنتھٹیک فایبر تھا جس کے ہر مردہ جرثومہ میں بے جان غیر نامی دوائیوں کا سٹور ہاؤس تھا۔

امتل سے جب میری ملاقات ہوئی میں ذہنی جسمانی جذباتی طور پر بہت الجھا ہوا تھا میرا دل بلال گنج کی ایسی دوکانوں سے مشابہہ تھا جہاں ہر طرف پرانا لوہا بکھرا ہوتا ہے۔ کاروں کی پرانی باڈیاں لوہے کی الماریاں، پہیے۔ سریے۔ نٹ بولٹ، گراریاں، پانے سپلوک ..... ہر طرف چیزوں کا انبار لیکن تالے نہیں تھے نہ اپنے نہ پرائے بارش جھکڑ آندھی میں یہ سامان باہر صرف اس امید پر پڑا رہتا کہ کبھی شہر والوں کو کسی پرانے پرزے کی ضرورت ہوگی تو وہ اسے یہاں سے خرید کر اپنی نئی کار موٹر سائیکل یا پرنٹنگ مشین میں لگالیں گے۔

امتل سے ملنے کے بعد میں پہلے سے کم تھوکنے لگا تھا۔ اسلت کی تکلیف کو کبھی کبھی بہت بڑھ جاتی اور جلن کا یہ عالم ہوتا کہ ہتھیلیاں بھیگ جاتی لیکن ذہنی طور پر میں سوسائٹی سے ابھی کٹا نہ تھا اور اپنی نوکری پر جانے کے قابل تھا Withdrawal کے

لمحے عموماً راتوں کو آتے جب میں چلتا چلتا عابدہ اور سیمی سے گزرتا گزرتا چندرا میں جا کر وہاں کی گلیوں میں گھومنے لگتا اچھی یا دیں یا تو کبھی مجھ سے وابستہ نہ ہو کسی تھیں یا ان کا تاثر گہرا نہ تھا اس لیے یادوں کی ٹوٹنی جب بھی کھلتی اس میں سے کھولتا پانی نکلتا محرومیوں کی داستان حلقہ پوری کوشش رہتی کہ میں اپنا وقت یا تو کارآمد کاموں میں گزاروں یا پھر امتل کی صحبت میں، جس کے ساتھ وقت نہ بیکار تھا نہ کارآمد صرف گزرتا چلا جاتا تھا۔

مرد اور عورت کے رابطے کئی بار خود ان کی سمجھ میں نہیں آتے اور سارا شہر ان کی نوعیت سے واقف ہو جاتا ہے..... ڈاکٹر سہیل کے بعد شہر میں میرا کوئی دوست نہیں تھا ریڈیو سٹیشن پر جن پروڈیوسروں سے صاحب سلامت تھی وہ گہری نہ تھی دفتر میں گپ شپ رہتی لیکن شام کو علیحدہ ہو کر ایک قسم کا سکوم ملتا۔ پتہ نہیں امتل کے ساتھ میرے رشتے کی کس نے ہوئی چلائی تھی کیونکہ ہم دونوں ریڈیو میں بہت کم ملتے تھے اور میرے گھر وہ کبھی نہیں آئی تھی۔ اس روز میں سیڑھیاں اتر رہا تھا کہ آنگن میں مجھے صولت بھابھی ملیں یہ ان غمگین صورت عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے شادی کی کاٹھی کو بہت سختی سے اپنی پیٹھ پر فٹ کر لیا ہوتا ہے صولت بھابھی اب ہر رت اور حالات کے مطابق بھاگی چلی جا رہی تھیں ان کی چال بدل جاتی کبھی دلکی کبھی پویہ کبھی سرپٹ..... لیکن پیٹھ سے کاٹھی اتار کر ستانے کا کوئی لمحہ نہ آتا۔ وہ ہمیشہ مجھ سے ایسے بات کرتیں جیسے نامحرموں سے کی جاتی ہے نگاہیں جھکا کر..... آواز میں سختی پیدا کر کے..... بار بار کھانس کر۔

''قیوم.....'' انہوں نے ستون کر مخاطب کر کے کہا۔

''جی؟''

''مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔''

''کہیے؟''

''یہاں نہیں اندر چلو..... یہاں بچے ہیں''

بڑی دیر کے بعد مجھے یاجوج ماجوج نظر آئے وہ ایک ہی رنگ کی بس سرٹیں اور ایک جیسی لکیر دار نیکریں پہنے انجن بنے آنگن میں چکر لگا رہے تھے پہلی بار مجھے افسوس ہوا کہ اتنی دیر میں ان سے واقفیت پیدا کرنے کی بھی میں نے کبھی کوشش نہیں کی

ہم دونوں اندر چلے گئے۔

میں مودّب بھائی مختار کے پلنگ پر بیٹھ گیا۔

''جی۔''

بھابھی کھڑی رہیں، وہ بات کرتے ہی بھاگ جانا چاہتی تھیں۔

''شکر ہے کہ تم باقاعدگی سے نوکری کر رہے ہو..... رزق حلال کمانا مرد کا فرض ہے۔''

میں چپ رہا۔

''تمہارے بھائی تمہاری صحت کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں۔''

''میں نے بھابھی کو بھرپور نظروں سے دیکھنا چاہا لیکن وہ چھت کو دیکھ رہی تھیں''

''آخر وہ تمہارے بھائی ہیں..... وہ سارا دن تمہارے متعلق سوچتے ہیں۔''

''میں ٹھیک ہوں بالکل.....'' پتہ نہیں کیوں اس وقت میرا رونے کو جی چاہا۔

''کہاں ٹھیک ہو۔ کبھی شیو کرتے وقت اپنا چہرہ دیکھ لیا کرو ڈر آتا ہے ہاتھ دیکھو کیسی نسیں ابھری ہوئی ہیں اور تو اور اس عمر میں سفید بال آ گئے ہیں تمہارے۔'' میں نے حیرانی سے بھابھی کی طرف دیکھا۔ وہ میرے متعلق اتنا سب کچھ کیسے جانتی تھیں وہ اب کرسی کی بید پر نظریں جمائیں ہوئے تھیں۔

''تم کو کسی ڈاکٹر سے ملنا چاہیئے جلد از جلد''

''ملا تھا جی..... دوائیاں پیتا ہوں باقاعدگی سے''

صولت بھابھی کا رنگ آہستہ آہستہ گلابی ہونے لگا

''تمہارے بھائی تم سے بات نہیں کر سکتے اس سلسلے میں..... لیکن یہی کافی نہیں صرف ڈاکٹر ہی۔''

''جی.....؟ ارشاد؟.....''

''سنا ہے وہاں ریڈیو پر کوئی چکر چل رہا ہے رمہارا..... کسی بوڑھی عورت کے ساتھ!''

میں سناٹے میں آ گیا

''ایسے چکروں سے بچنا چاہیے۔ آدمی ایک بار پھنس جائے تو پھر نکل نہیں سکتا ویسے ادھو والیوں کو پھنسانے کے خوب طریقے آتے ہیں۔''

میری آنکھوں میں امتل کی شکل گھوم گئی معصومیت حمق اور قلب کی صفائی کا ایک کوندا لپک گیا۔ اس احمق نے تو آج تک مجھ سے سگریٹ پان کے پیسے نہ لیے تھے اسے کسی کو پھانسنے اور خود پھنس جانے سے قطعی کوئی دل چسپی نہ تھی۔

''کچھ خاندان کی عزت کا ہی خیال کیا ہوتا تم نے.....'' بہت آہستہ دبی ہوئی آواز میں صولت بھابھی نے کہا۔

اب یقیناً یہ مشن ان کے لیے بہت مشکل ہو رہا تھا۔

چندرا گاؤں میں جس روز چاچا غلام نے عزیز گائن کی بے عزتی کی اور وہ گاؤں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اسی روز کے بعد میں نے پھر کبھی عزت کے متعلق نہ سوچا تھا۔

بھابھی صولت جیسے ابھی بھاگنے والی تھی اس نے آخر حملہ کیا..... ''نوکری کر لی ہے..... تو اب شادی بھی کر لو..... جگہ جگہ حرام کھانے سے حاصل؟..... شادی حلال چیزیں میں سب سے افضل ہے۔''

میں نے اس دیندار عورت کی طرف نگاہ ڈالی۔

''عابدہ کی بہن کا رشتہ آیا ہوا ہے کہو تو طے کر دوں''

یہ کہہ کر بھابھی رسہ تڑوا کر باہر بھاگ گئی۔

میں نے بھابھی کو پکڑ کر کہنا چاہا..... بھابھی کچھ لوگ معاشرے کے قابل نہیں ہوتے۔ معاشرے کے مطابق نہیں رہتے جیسے کچھ جانور جنگل میں رہ کر جنگل لاء کے تحت زندگی بسر نہیں کرتے ایسے لوگوں کو محبت کی تلاش ہوتی ہے۔ لیکن وہ محبت کے اہل نہیں ہوتے شادی کی نہ انہیں خواہش ہوتی ہے نہ ضرورت..... بھابھی تم ہمیں کرگس جاتی کے لوگوں کو حلال کھانے پر کیوں مجبور کر رہی ہو..... ہم تم جنم جنم سے مردار پر پلے ہیں ہمیں حلال سے کیا غرض؟

جب میں آنگن میں پہنچا تو مسعود اور فرید ایک ہی رنگ کے شلوار قمیصیں پہلے گیلے بالوں میں کنگھیاں پھیر رہے تھے۔

پتہ نہیں کیوں اس روز بڑے دنوں بعد مجھے خیال آیا کہ چندرا چلا جاؤں اور اپنی آبائی کلر شدہ زمین آباد کرنے کی کوشش کروں؟ لیکن ساتھ ہی ساتھ مجھے علم تھا کہ وہاں پہنچ کر بھی کوئی بندھی ٹکی محنت نہیں کر سکوں گا..... میرا دل کسی ایک دریا میں رہنے کے قابل نہ تھا۔

جس وقت میں دفتر پہنچا قاضی اور امتل دونوں میرے کمرے میں بیٹھے تھے، اور سگرٹوں کے دھوئیں سے فضا نیلی نیلی ہو رہی تھی امتل حسب عادت بغیر غسل کیے صرف چہرے کا میک اپ درست کر کے آئی تھی اس نے کنگھی بھی صرف گردن تک پھیر رکھی تھی باقی سارے الجھاؤ وائم تھے برقعے کا نقاب کرسی سے لٹک رہا تھا اور کوٹ اس کے جسم پر ایسے پھنسا ہوا تھا کہ تمام بٹن کھلنے ہی والے تھے۔

''لیجئے سر جی میں ان قاضی صاحب کو پکڑ لائی ہوں اب آپ میری سفارش کر دیں ان سے''

''بھائی اسے کوئی پروگرام وغیرہ دے دیا کرو ورنہ یہ مجھے قتل کر دے گی۔''

''ہائے یہ سفارش ہے'' امتل نے حیران ہو کر پوچھا۔

''اور کیسی ہوتی ہے سفارش؟''

''رعب سے کہتے ہیں کہ یہ میری رشتہ دار ہے دس سال سے ہمارے تعلقات ہیں ان کا کام نہ کیا تو میں تم سے کبھی نہیں بولوں گا۔''

میں اس روز موڈ میں نہ تھا قاضی بونگا بھی چپ چاپ بیٹھا تھا۔

''جو کچھ یہ کہہ رہی ہے اس کے مطابق کر دو..... یار.....''

''اب تم نئے پروڈیوسر سے ان کی سفارش کرنا میری تو تبدیلی ہوگئی ہے..... حیدر آباد کی''

''کب؟''

''آج ہی آرڈر آئے ہیں'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

میں نے اپنے آپ سے پیچھا چھڑا کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا..... ''تم تبدیلی سے خوش نہیں ہو۔''

''لاہور چھوٹتا ہے لاہور کے ساتھ اور بہت کچھ چھوٹتا ہے.....'' قاضی کی آواز بھرا گئی

''کوئی سفارش لگوائی ہوتی''

''حیدر آباد نے جو لگوائی ہے''

''آپ کا کوئی قصور نہیں سر جی..... میری قسمت ہی ماٹھی ہے جس پروڈیوسر سے واقفیت ہو جاتی ہے اس کی تبدیلی ہو جاتی ہے..... اللہ کو منظور ہی نہیں کہ امتل کوئی پروگرام کرے اب اس ڈاڈے کے ساتھ کون لڑے۔''

قاضی سلا دعا کیے بغیر عاشق صورت رخصت ہو گیا۔

''اچھے آدمی تھے قاضی صاحب..... ہے نا سر جی.....؟''

میں کافی دیر چپ رہا۔

''شادی کیسی چیز ہے امتل..... کبھی تمہیں اس سے پالا پڑا؟''

''ہاں جی کی تھی شادی میں نے بھی..... اس کا پھاہا بھی ڈالا تھا گلے میں''

''بچے؟''

''ایک لڑکا ہوا تھا سر جی..... لیکن..... اس کا بھی دماغ ٹھیک نہیں..... ہم جیسیوں کے ایسے ہی بچے ہوتے ہیں سر جی۔''

''کیا؟''

''ساری عمر حرام کھانا..... ہم لوگ حلال کی اولاد کہاں سے پیدا کرلیں گی جی؟ میرے بیٹے کا بھی دماغ ٹھیک نہیں..... تین بار مینٹل ہسپتال رہ آیا ہے۔ اس کے باپ کا خیال ٹھیک ہے ساری وجہ میری ہے نہ میں حرام رزق پر پلتی نہ میرا بیٹا ایسا ہوتا۔''

وہ بہت دکھی ہوگئی۔

''یہ پرانی باتیں ہیں۔''

''ہاں جی میں تو پرانی پر ٹھیک ہیں''

ہم دونوں چپ ہوگئے

''کہاں رہتا ہے تمہارا بیٹا''

''اسی کے پاس ہے جی اب تو جواب ہوگیا ہے۔ بڑا گبرو ہے شکل سے تو نہیں لگتا کہ دماغ ٹھیک نہیں۔''

''تمہیں ملتا ہے امتل''

''ناں جی..... مجھے مل کر کیا کرے گا..... میں اسے کیا دے سکتی ہوں باپ نے تو ساری بلڈنگ اس کے نام کرائی ہے۔''

''پھر ایسے اچھے شوہر کو چھوڑا کیوں؟''

بھابھی صولت نے میرے دماغ میں ایک نیا ایٹم بم چھوڑ دیا تھا۔

''چھوڑا کیوں اسے امتل''

''بس سر جی نبھی نہیں''

''پر کیوں وجہ کیا تھی؟'' میں نے اصرار کیا

''میں مڈل کلاس کی طوائف تھی سر جی..... اس چندری کپتی کو محبت درکار ہوتی ہے۔ لیکن عزت زیادہ پیاری ہوتی ہے..... اگر اسے صرف محبت درکار ہوناں تو وہ ہمارے ہاں بہت لیکن یہ حریص چاہتی ہے جو بیاہ کر لے جائے وہ محبت کرے دوہرا پنگا ادھر وہ بھی کم بخت مڈل کلاس کا آدمی تھا۔ بھلا بتایئے نباہ کیسے ہوتا..... عشق کے لیے نہ مڈل کلاس کا مرد نبا ہے نہ عورت..... ایک ڈرپوک دوسرا تھوڑا دلا..... بتایئے ان کا عشق کتنے دن چلتا؟۔''

''تھوڑ دلا مرد کیسا ہوتا ہے امتل''

''تھوڑ دلے مرد کی ایک نشانی ہے صاحب جی۔ وہ عورت کو ضرورت کی ہر چیز لا دیتا ہے لیکن عیاشی کا کوئی سامان نہیں کرتا۔ زیور کپڑا سینما، پھول تعریف سب اس کے لیے بیکار چیزیں ہوتی ہیں۔''

''میں تمہارا مطلب سمجھا نہیں۔''

''سر جی..... یہ جو تھوڑ دلا مرد ہوتا ہے ناں وہ روٹی کپڑا مکان دیتا ہے..... جنس دیتا ہے..... کیونکہ یہ ضرورت کی چیزیں ہیں لیکن وہ بیوی پر محبت ضائع نہیں کرتا تعریف برباد نہیں کرتا..... لاڈ پیار سے خراب نہیں کرتا..... مثلاً..... تھوڑ دلا مرد اگر سوٹ سلا دے گا تو اس پر کڑھائی کو اسراف سمجھے گا زیور اگر اپنی عزت کی خاطر بنوا بھی دے تو زیور کبھی جڑاؤ نہیں ہوتا شاعری کی کتاب کبھی خرید کر گھر نہیں لائے گا..... نیک بیبیوں کو نیک مشورے قسم کی کتابیں لا کر دے گا گھر میں..... تھوڑ دلے مرد سے اللہ بچائے..... بھڑوے کو یہ علم نہیں ہوتا کہ عورت کا اندت ہی ایسا بنا ہے کہ وہ روٹی کے بغیر تو زندہ رہ سکتی ہے عیاشی کے بغیر نہ زیبائش کے بغیر کملانے لگتی ہے۔''

''کبھی تم نے سوچا امتل کہ شادی کے بعد محبت نبھتی کیوں نہیں؟..... وہی جو ایک

دوسرے پر مرمٹنے کو تیار ہوتے ہیں دشمن کیوں بن جاتے ہیں ایک دوسرے کے؟''

اس نے ناک میں انگلی ڈالی اور کھجلا کر بولی..... ''بات یہ ہے سر جی کہ جب محبت مل رہی ہوتی ہے تو سمجھ نہیں آتی کہ کبھی محبت دینی بھی پڑے گی..... شادی ہوئی قربانی ساری کی ساری..... گاٹا اتروانا پڑتا ہے چاہے من کا چاہے تن کا۔''

''تمہیں اس سے اصلی گلہ کیا تھا امتل اب تک تو تم کسی نتیجے پر پہنچ چکی ہوگی۔''

''اس کا بھی قصور نہیں تھا کچھ ایسا..... بس سر جی اس کا دل چاہتا تھا کہ میں شریف عورتوں کی طرح بھانڈے مانجھ کر بچے پال کر بڑوں کی عزت کر کے چھوٹوں کی گستاخیاں سہہ کر اس کے گھر میں گزارہ کروں اور ثابت کروں سب پر کہ بازار والیاں شرافت میں کسی سے کم نہیں ہوتیں۔ چونکہ میں شریف تھی اس لیے مجھے ڈراموں سے نفرت تھی۔ میں نے صاف کہہ دیا کہ میاں اتنے لوہے کے چنے چبا کر جو تیرے گھر والوں کو قائل بھی کر لیا اپنی شرافت کا تو مجھے کیا حاصل ہوگا..... دراصل سر جی مجھے اپنے ہاتھوں سے کام کرنے کی عادت نہیں تھی میرا مزاج ہی نہیں تھا نوکرانی کا..... بڑی تو تو میں میں ہوا کرتی تھی۔''

''کس بات پر امتل؟''

''خاص بات کوئی نہیں ہوتی سر جی میاں بیوی میں تو تو میں میں کی..... بس باسی ہانڈی میں بڑبڑ ہوتی رہتی ہے کچھ لوگ بڑی پھٹی مت کے ہوتے ہیں پہلے تتلی پر مرتے پر مرتے ہیں اسے پکڑنے کے جتن کرتے ہیں جب پکڑ لیتے ہیں تو پھر اسے شہد کی مکھی بنانے پر تل جاتے ہیں'' وہ جہاندیدہ فلسفی جیسی باتیں کرنے لگی۔

امتل بڑی دیر تک تاسف کے انداز میں سر ہلاتی رہی۔

''کیا ہوا امتل؟''

''اپنا نقشہ یاد آ رہا ہے سر جی..... چہرے پر چھائیاں، کھردرے ہاتھ بوائیاں پھٹی ہوئی ہونٹوں پر لکیریں..... یہ سب کس لیے کہ کچھ گمنام سے لوگ کہیں کہ آئی

تو بازار سے ہے لیکن شریفوں کو مات کر دیا..... ہٹ تیری! اتنی سی تعریف سننے کے لیے آدمی ساری عمر تلاش بنا رہے نہ زردہ ڈال کر پان کھائے نہ سر میں مہندی لگائے نہ نقلی باڈس پہنے..... اور سنے کیا ہر وقت بازار سے بھاگ کر آئی ہے..... ہیرا منڈی سے اٹھ کر آئی ہے..... چلو جو یہ سننے میں آئے کہ بازار کا لفظ کبھی نہیں بھولتا۔ تعریف بھی کریں گے تو آپ کی اوقات آپ کو یاد دلا کر..... سر جی خود انصاف کریں جب بازار کا لفظ پیچھے سے اترتا ہی نہیں تو وہاں سے چھٹکارا صاحل کرنے سے فائدہ؟''

''تمہیں وہ اچھا نہیں لگتا تھا۔''

سگریٹ کا لمبا کش لگا کر وہ بولی..... ''لگتا تھا جی..... کبھی کبھی تو بہت لگتا تھا پر وہ سارا وقت مجھے ماڈل عورت بنا کر خاندان کے سامنے پیش کرنے میں لگا رہتا تھا..... بیچارا! ہائے ہائے اس نے بھی بڑے دکھ اٹھائے۔ لیکن کیا کرتی سر جیا سے میری کمزوریوں غموں، غلطیوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ یا یوں سمجھیے آپ کہ وہ معاف کرنا نہیں جانتا تھا۔ ہر جگہ ہر محفل میں ہر وقت اسے ایک ہی شو مارنی آتی تھی کہ دیکھو میں کتنا نیک ہوں میری وجہ سے ایک بازاری عورت تائب ہوئی ہے اسے میرے تائب ہونے کی خوشی نہ تھی اپنا دب اونچا کرنے کی فکر تھی ہر وقت..... چلیے سر جی محبت کی خاطر تو آدمی سولی پر چڑھتا رہے مرتا رہے کھپتا رہے پر کسی کی انا کو موٹا کرنے کے لیے کوئی کب تک اپنی جان مارے؟''

''اسے..... اسے تو پیار ہو گا تم سے امتل؟ جس نے معاشرے سے ٹکر لی گھر والوں کے سامنے کھڑا ہوا..... اسے پیار تو ہو گا تم سے۔''

سگریٹ ایش ٹرے میں بجھا کر وہ تھوڑی دیر خاموش رہی پھر بولی..... ''تھا جی پیار..... تھا کیوں نہیں پر پولا پولا پیار تھا۔''

''پولا پولا پیار کیسا ہوتا ہے امتل؟.....'' میں نے سوال کیا۔

''ایسا پیار جی جیسی بودی رسی ہوتی ہے زور سے کچھ باندھو تو تڑک کر کے ٹوٹ

جاتی ہے ایسا پیار جس کا یقین سب کرواتے پھریں اور خود اپنے جی کو کبھی یقین نہ آئے ایسا پیار سر جی ٹھبڈی چائے اس کا بھی کوئی قصور نہیں تھا اس کی دوکان تھی انارکلی میں کپڑے کی...... ماں تھی نہیں تھیں ایک پچھلی منگیتر تھی ایک شادی کے بعد کی محبوبہ تھی اتنی لمبی چوڑی ذات برداری کی عورتیں تھیں جو آدمی اتنی عورتوں میں بٹا رہے وہ بیچارہ بھی خالی ہو جاتا ہے اس کی زندگی ساری حصہ پتی میں گزرتی تھی۔ ادھر مجھے عادت نہیں تھی بٹے کے سوالوں کی...... ہم بچپن سے مرد کے جسم دل روح پر سوار ہونا سیکھتی ہیں ہم جب بھی کسی کو پکڑیں مضبوطی سے پکڑتی ہیں...... پولے پولے]یارس ءمجھے نفرت تھی سر جی۔"

وہ تھوڑی دیر چپ رہ کر پھر آپی بولنے لگی...... "ہمارے ہاں رواج ہے کہ مرد کو قابو کریں تو پھر ایسا کہ وہ...... اس کی ساری جائیداد بک جائے اور وہ ہمدردی چوکھٹ پر بیٹھ کر ساری عمر چلمیں بھرتا رہے غفور درزی کی طرح...... اس کی بیوی ساری عمر مزاروں پو بھٹکتی پھرے۔ بچے یتیموں کی طرح پھریں...... سر جی ویسے ہر انسان کا جی چاہتا ہے ناں کہ اس کے چاہنے والے کا ککھ نہ رہے ہر انسان کے اندر رب جو ہوا سر جی...... رب اپنے چاہنے والوں کا کچھ رہنے دیتا ہے کبھی؟ سوائے اپنے۔"

"ہر ایک کا نہیں احتل...... کسی کسی کا......" میں نے لمبی آہ بھر کر کہا۔

"ناں سر جی ہر مرد کا ہر عورت کا...... ہر انسان کے اندر رب چاہتا ہے کہ کوئی اسے ٹوٹ کر چاہے اس کی پرستش کرے...... بیوی بچوں والا ہو تو بیوی بچے چھوڑ دے...... دولت مند ہو تو مانگتا پھرے کسی بیاہی ہوئی عورت سے پیار ہو تو عاشق چاہے گا کہ آدھی رات کو شوہر کے پہلو سے اٹھ کر آئے...... نیک نام ہو تو بدنامی کے کنوئیں میں اترے۔"

"تھیں سر جی......" وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔

''کیوں؟......''

''بس اٹھیں مجھے ایک کام یاد آ گیا۔''

میں احتل سے بھابھی صولت کی بات کرنے والا تھا لیکن اس وقت اس کی آواز میں کچھ ایسی تیزی تھی کہ میں اٹھ کھڑا ہوا۔

''مجھے آج بہت کام ہیں احتل...... ایک ریہرسل ہے ایک رہکارڈنگ ہے پھر کاپنسٹ کو میں خاص...... بلوا رکھا ہے۔''

''آپ چلیں تو سہی...... جلدی آ جائیں گے۔''

پہلے وہ میرے کمرے سے رخصت ہوئی دس پندرہ منٹ کے بعد میں نکلا ریڈیو سٹیشن کے باہر وہ میرا انتظار کر رہی تھی سڑک پر پہنچ کر وہ میری موٹر سائیکل پر سوار ہو گئی چلتی سواری کے شور میں میں نے اسے کہا ''تم وہاں سے میرے ساتھ کیوں نہیں آئیں؟''

''کچھ پردہ رکھنا پڑتا ہے......'' موٹر سائیکل کی فلا بلاسٹ آواز پر غالب آ کر وہ بولی۔

میں نے اسے بتانا چاہا کہ احتیاط کے باوجود خوشبو کی مانند ہوتی ہیں جہاں کہیں ہوا جاتی ہے انہیں ساتھ لیے جاتی ہے...... بھابھی صولت کو اس وقت ساندہ کلاں میں معلوم ہے کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔

دینی اعتبار سے بھی احتل بڑی رنگا رنگ تھی۔

اسکے گھر میں مجلسیں ہوئی تھیں اور وہ بڑی دھوم دھام سے محرم مناتی تھی۔ عاشورے کے دوران اس کے تن سے کبھی سیاہ کپڑا نہیں اترا پنج تن پر جان نثار کرتی تھی بی بی فاطمہ کے گھرانے کی عاشق تھی اس کے دو منزل مکان میں محرم کے دنوں میں مجلسوں کا زور شور سے انتظار رہتا تھا اور وہ ایسے ایسے مرثیہ پڑھنے والے حاضر کر

لیتی جو ساری محفل کو رلائے بغیر نہ رہتے شعیہ رجحانات کے باوصف وہ لاہور کی تمام درگاہوں پر باقاعدگی سے جاتی تھی۔ حسین زنجانی میاں میر صاحب بابا شاہ جمال اور داتا صاحب کے قدموں میں جانا تو اس کا معمول تھا کرسمس کی رات کو وہ بڑی خوش ہوتی اور اکیلی کرسمس مناتی اس نے مجھے بتایا تھا کہ قیام پاکستان سے پہلے وہ بڑے خوش سے دیوالی کے دن گھر کی منڈیر پر دیئے بھی جلاتی تھی اور اس نے ایک مرتبہ ایک ہندو بزنس مین کو راکھی بھی باندھی تھی۔

جس وقت ہم دونوں لارنس باغ میں داخل ہوئے میرا دل دھک سے رہ گیا میرا خیال نہیں نہیں تھا کہ وہ مجھے باغ جناح لے جائے گی..... اس باغ میں ایک کافور کا درخت تھا اور اس درخت کی چھاؤں سے بہت سی یادیں وابستہ تھیں۔

''بس سر جی یہاں اترتے ہیں۔''

''تمہیں معلوم ہے مجھے آج بہت کام ہے..... میں باغوں کی سیر کو نہیں نکل سکتا''

''میں آپ کو باغ میں نہیں لے جا رہی سر جی..... وہ دیکھئے بابا ترت مراد کا مزار۔ بس یہاں حاضری دیں گے اور لوٹ جائیں گے..... بس دس منٹ.....''

ہم barrier کے پاس موٹر سائیکل پارک کر کے مزار کی طرف چلنے لگے مزار کی جانب سے قوالوں نے ہارمونیم کے سر اٹھانے شروع کر دیے تھے..... میں چپ تھا اندر باہر..... امتل سے مل کر میں نے سیمی کی یادوں کو قفل لگا کر کولڈ سٹورج میں رکھ دیا تھا۔

''بہت چپ ہیں آپ سر جی؟''

''ہاں کچھ کچھ۔''

پتہ نہیں کیوں میرا دل چاہتا تھا کہ امتل کے کشادہ سینے پر سر رکھ کر رونے لگوں؟ لیکن رونے کی بھی کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔

''اس عورت کو دیکھ کر چپ لگی ہے؟.....'' امتل نے سوال کیا۔

''کون سی عورت۔''

''وہ.....؟.....''

میں نے سامنے دیکھا ایک جوان عورت ہاتھ اٹھائے مزار کی دیوار سے لگی، دعا مانگ رہی تھی اس نے ریشم کا کرتا پہن رکھا تھا اور مخالف رخ کی ہوا کے باعث وہ مڑی ہوئی شاخ جیسی لچکیلی نظر آ رہی تھی۔

''کیسی ہے؟.....'' امتل نے پوچھا۔

''کسی بوڑھے مرد کی بیوی ہے جوان عاشق سے ملنے کی دعا مانگ رہی ہے۔''

''ناں جی..... جوان آدمی کی محبوبہ ہے اور دعا مانگ رہی ہے کہ شادی ہو جائے اس سے''

''شادی شدہ تو نہیں لگتی.....'' میں نے کہا۔

''لیکن ہے..... ورنہ پیٹ ایسا نہ ہوتا''

''اگر شادی شدہ ہے تو پھر..... بیٹے کی دعا مانگ رہی ہے''

''بیٹا تو ہے..... اس کے پاس صرف محبت نہیں ہے بچپن کے عاشق کو یاد کر رہی ہے۔''

''پھر ہمیں کیا؟۔''

''ہاں ہمیں کیا۔''

ہم دونوں مزار کے قرب میں پہنچ کر چپ ہو گئے۔ ساری فضا والی کے اولین سروں سے بوجھل تھی ترت مراد کے مزار پر بہت کم لوگ تھے..... ہر طرف آنند تھا شانتی تھی، خوشبو تھی کچھ مزار کے پھولوں کی..... کچھ باغ سے اڑ کر آنے والہ بہار کے دنوں میں مزاروں کی فضا آرزوؤں سے سسکنے لگتی ہے قریب پہنچ کر میں نے ریشمی کرتے والی کی طرف دیکھا وہ مزار سے باہر والی دیوار کے پاس ہاتھ اٹھائے چپ کھڑی تھی نہ اس کے چہرے پر کسی آرزو کا کرب تھا نہ کچھ پا لینے کی ہوس..... وہ

لچکیلی شاخ کی طرح تمام کی تمام شکرگزاری کے پھولوں سے لدی تھی۔

مزار پر پہنچ کر یکدم امتل اجنبی ہوگئی اس نے وضو کیا۔ گیلے چہرے کے اوپر دوپٹے کی بکل ماری اور اندر مزار کی طرف چلی گئی..... میں قوالوں کے پاس درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ رہا۔

اسی طرح جب میں چندرا سے قصور آتا تھا تو میں ماموں کے گھر سے نکل کر روز بابا بھلے شاہ کے مزار پر عین وہاں جا بیٹھتا جہاں قبریں ہیں قوالوں کی آوازیں آتی رہتی اور میں مزار سے ہٹ کر ان قبروں کے بیچ بیٹھا رہتا..... گپ چپ..... ان دنوں نہ مجھے بابا بھلے شاہ سے عقیدت تھی نہ میں قوالوں کی موسیقی سے متاثر ہوتا ..... صرف وہاں بیٹھ کر میں آنے جانے والے عقیدت مندوں کو دیکھتا رہتا مجھے ان عقیدت مندوں سے بڑا پیار تھا ان کی شکلیں بدلتی رہتی تھیں لیکن ہاتھوں کو جوڑنے کا انداز بھرائی ہوئی آنکھیں لرزتے ہوئے ہونٹ وہی رہتے تھے کئی کئی گھنٹے میں چپ چاپ قبر سے ٹیک لگا کر بیٹھا رہتا..... چندراں میری ماں ابا عزیز گاتن سب مجھے ان قبروں میں سوئے ہوئے نظر آتے..... میں ان قبروں کے ساتھ ٹیک لگا سکتا تھا ان کے اندر داخل نہیں ہوسکتا تھا.....

بڑی دیر بعد امتل میرے پاس آئی رونے کے بعد وہ بڑی کمسن لگ رہی تھی

''آپ بھی کوئی دعا مانگ لیتے سر جی۔''

''مانگ لی ہے۔''

''کیا؟''

''بس بتائیں گے کبھی! اور تم نے کیا دعا مانگی ہے امتل؟''

''بس یہی..... یہی سر جی زندگی تو کسی پیار کرنے والے کے سہارے گزری نہیں اب موت تو کسی پیارے کے ہاتھوں آئے۔''

ہم دونوں واپس موٹر سائیکل کی طرف چلنے لگے۔

وہ بھی بلا کی دھنسی ہوئی چپ تھی جس وقت ہم بیرئیر کے پاس پہنچے تو پتہ نہیں کیوں مجھے خیال آیا کہ آج پہلی بار میں امتل کو وہ مزار دکھاؤ جہاں سیمی میرے خیالوں میں دفن تھی میں اسے سیمی کے متعلق وہ سب کچھ بتاؤں جس کا اظہار میں آج تک نہ کر سکا۔

''آؤ امتل۔''

''کہاں سر جی۔''

''یہیں اسی باغ میں۔''

''آپ کو دیر ہو رہی ہے..... بہت کام ہے آپ کو دفتر میں۔''

''کام تو ہوتا ہی رہے گا آؤ۔''

بہار کے نئے نئے دن تھے..... کچے ناریل جیسے کچر کچر دن..... گرم ملکوں میں بہار تنہا نہیں آئی اس کے ساتھ گرمیوں کا احساس بھی آتا ہے جسم میں سردیوں کی یاد اور گرمیوں کا خوف ہوتا ہے پتے جھڑے درختوں میں نئی کونپلیں سبز براؤں چکنے پتے اور بند بند کلیاں ہوتی ہیں ہر رت میں تمام عناصر کی ہئیت بدل جاتی ہے ہوا پانی اور روشنی کا مزاج بدلتا رہتا ہے لیکن روشنیوں کا موسم کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے سردیوں کی روشنی اور دھوپ میں معافی مانگنے کا انداز ہوتا ہے دیر سے آنے والے مہمان کی طرح وہ چوکھٹوں کے سایوں سے چمٹی رہتی ہے اور دیر سے آنے کا اعتراف کیے بغیر وقت سے پہلے رخصت ہو جاتی ہے گرمی کی روشنی دندناتا ساہوکار ہے..... مارشلی لاء ہے پولیس ایکشن ہے..... دندناتی آتی ہے گلیاں بازار سب ہونے ہو جاتے ہیں جیسے کرفیو لگا ہو۔

لیکن بہار کی روشنی میں نہ تند ہوتی ہے نہ شکست۔

وہ بار بار گلے لگنے والی محبوبہ کی طرح ہر ہر مسام میں خوشی بھر دیتی ہے بہار کی روشنی جگمگاتی ہے سلاتی ہے ہوش میں رکھتے ہوئے بے سدھ کیے رکھتی ہے..... اس

میں دن چڑھنے سے دن ڈھلنے تک ہزاروں کیفیتیں بدلنے کا مادہ ہوتا ہے باغوں میں اس کا رنگ کچھ اور ہوتا ہے۔

کوٹھوں پر بازاروں میں اس کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے کھڑکیوں دروازوں میں یہ منتظر کھڑی ملتی ہے..... بار بار گلے ملنے والی محبوبہ کی طرح پذیرائی ہی پذیرائی ہوتی ہے.....

بچھڑنے سے پہلے بار بار ملنے کی وارفتگی!

دراصل بہار کی روشنی مکمل انتظار ہے۔

زردہ زرہ دھوپ میں گھومنے پھرنے والے بھونروں کا انتظار۔

موٹر سائیکل پر آنے جانے والے نوجوانوں کا انتظار۔ بسوں پر سوار ہوتی لڑکیوں کا انتظار۔

سارے شہر کو نہ جانے کس مسیحا کا انتظار ہوتا ہے کہ بہار کی روشنی پیلا پڑ اجاتا ہے اور وہ بسنتی کپڑے پہن کر پیلی دھوپ میں نکل آتی ہے..... مجھے بھی اس بہار کے دن میں پتہ نہیں کس کا انتظار تھا؟..... سیمی کا؟..... عابدہ کا..... یا فقط اپنی ذات کا۔

سامنے درختوں سے چمگادڑیں قطار در قطار، گروہ در گروہ چمٹی ہوئی تھیں۔ ایک اندھی چمگادڑ ہمارے سامنے اوپر سے گری اور چند بچے گھیرا ڈال کر اس کا معائنہ کرنے لگے۔ ہم چپ چاپ پہاڑی کے بائیں جانگ منٹگمری ہال کی سمت چلنے لگے۔ بہار کے دنوں میں کبھی کبھی اچانک زندہ رہنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور اگر جلد زندگی کا لہو منہ کو نہ لگے تو آدمی بہار کی زرد روشنی میں صرف سانس روک کر مر سکتا ہے کافور کے درخت تلے پہنچ کر میں رک گیا۔

''یہاں کچھ کچھ دیر بیٹھیں امتل..... یہ بڑا مقدس درخت ہے۔''

امتل نے اپنے برقعے کا نقاب اتار کر گھاس پر بچھا دیا..... ''آپ اس پر بیٹھ جائیں سر آپ کا سوٹ خراب ہو جائے گا۔''

میں نے نقاب کو گھٹنوں پر رکھ لیا اور چپ چاپ بیٹھ گیا۔

''اس درخت تلے ایک لڑکی ملی تھی مجھے ایک بار۔''

پتہ نہیں یہ کافور کا درخت کی خوشبو تھی کہ سیمی کے نہ نظر آنے والے وجود کی ..... لیکن اس وقت میں امتل کے ساتھ نہیں تھا میں اندر ہی اندر بھیگ رہا تھا جیسے کسی آبشار کے کنارے بیٹھا ہوں۔

''امتل! کبھی تم نے کسی ایسے شخص سے محبت کی ہے جو کسی اور کی محبت میں مبتلا ہو؟''

''ہاں جی ..... بلکہ ہمیشہ!''

''بہت ٹوٹ کر ..... پاگل پن کی حد تک۔''

''ہاں جی ایک شخص سے کی تھی''

''درزی غفور جیسی محبت۔''

''کی تھی سر جی .....'' امتل نے لمبا سانس لیا۔

''کہاں ملی تھیں تم اسے۔''

امتل نے اپنے گھٹنوں کے گرد بازو حائل کیے اور کھڑے زانو پر سر رکھ کر بولی ..... ''پرانے ریڈیو سٹیشن پر ملی تھی جی اسے بہت سال ادھر کی بات ہے تب میری شادی بھی نہ ہوئی تھی ان دنوں ریڈیو سٹیشن شلے پہاڑی کے پچھواڑے ہوتا تھا میں ریڈیو پروگرام کیا کرتے تھہ آر ڈی صاحب مجھے اپنے کمرے میں بلا کر دھیما دھیما ٹھرک جھاڑا کرتے تھے بڑی عزت تھی میری ان دنوں ..... بڑی شان تھی پروگرام پروڈیوسر کا رتک چھوڑنے آتا تھا۔ ذرا لیٹ جاتی تو فون پر فون آتے ریڈیو سٹیشن کی گاڑی لینے آجاتی ..... گھر پر ریڈیو سٹیشن پر ..... چہر میں ہر جگہ عزت ہی عزت تھی۔''

''کیا نام تھا اس کا؟۔''

''ایسے لوگوں کا کوئی نام نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسے بندوں کا کوئی گرام ہوتا ہے

.....بس وہ دیس بدیس بجلیاں گراتے پھرتے ہیں۔"

"ہم دونوں بڑی دیر تک خاموش رہے سڑک پر لکڑی کی ہیل پہنے کوئی لڑکی جا رہی تھی میں نے آنکھیں بند کرلیں جوتوں کی چاپ بالکل سیمی جیسی تھی..... لکڑی کی ہیل..... سیسہ پلائی سڑک کا سینہ کوٹ رہی تھی۔"

"جس وقت میں آر ڈی صاحب کے کمرے میں پہنچی وہ جانے کے لیے اتھ رہا تھا کھدر کی سفید شلوار قمیض کندھوں پر کالی سیاہ چادر..... سفید رنگ، براؤن بال براؤن آنکھیں..... کھڑا ہوتا تو لگتا کہ کھڑے رہنے میں اس کا سارا حسن ہے بیٹھ جاتا تو لگتا کھڑے ہو کر اتنا پیارا کبھی نہیں لگسکتا..... مجھے دیکھ کر وہ دوبارہ کرسی میں بیٹھ گیا لیکن بولا نہیں میرے سلام کا جواب ہی نہیں دیا۔ آر ڈی صاحب نے تعارف کروایا اس نے صرف سر کے ہلکے سے اشارے سے جواب دیا۔ چائے آگئی آر ڈی صاحب مجھ سے دھیما دھیما توجہ بھرا عشق کرتے رہے میں دو گھنٹے بھٹھی رہی وہ ایک لفظ نہیں بولا..... لیکن بار بار دیکھتا تھا..... کچھ لوگوں کی نگاہیں جب بھی آپ پڑتی ہیں ہمیشہ چوم کر لوٹتی ہیں..... ہے نا سر جی؟....."

وہ چپ ہوگئی۔

یہ ایک نئی امتل تھی یادوں کی غلام گردش میں ننگے پاؤں بال کھول کر پھرنے والی امتل..... اس کی باتوں میں سے سارا پھکڑ پن غائب تھا اس کی آواز پنکھڑیوں کی طرح گر رہی تھی پہلی بار مجھے احساس ہوا کہ ایک زمانہ ضرور ایسا بھی ہوگا کہ جب وہ بہت اچھا گاتی ہوگی اور لوگ ریڈیو سے کان لگا کر اس کے گیتوں کو سنتے ہوں گے۔

"پھر..... پھر امتل؟....."

"جب میں ریہرسل کر رہی تھی تو وہ اندر آگیا۔ بڑا مشہور شاعر تھا ریڈیو کے لیے غنائیے بھی لکھتا تھا سب کے ساتھ صاحب سلامت تھی اندر آگیا اور ایک کاغذ کا پرزہ مجھے پکڑا کر بولا..... اسے گائیے..... میں نے غزل پڑھی اور سنٹے میں آگئی میں

بڑے بڑے خوبصورت مرد کوٹھے پر دیکھے ہیں سر جی..... لیکن کسی خوبصورت مرد کو اتنی خوبصورت شاعری کرتے نہیں دیکھا دھن تیار ہوئی میں نے ریہرسل کی سارا وقت وہ آنکھیں بند کیے کونے میں چپ چاپ بیٹھا رہا جب کبھی اچانک وہ میری طرف دیکھ لیتا تو میں لے پکڑنا بھول جاتی اس طرح آغاز ہوا..... پھر..... پھر لمبی داستان ہے بدنامی کی..... جھگڑوں کی..... ہماری طرف تو خدا نہ کرے کسی کو عشق ہو جائے....."

میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"میں نے اس کے لیے کئی سوئیٹر بنے..... تمباکو کا اسے شوق تھا کئی پائپ منگوائے ولایتی ٹائیاں..... قمیضیں..... میں اسے جب بھی میرا جی چاہتا میں اس پر کچھ نہ کچھ نچھاور کر دوں اپنا جسم اپنی روح..... ساری ریاضت دھری کی دھری رہ جاتی اور میں اسے خط لکھتی رہتی..... دن میں تین تین خط سر جی..... اور وہ مجھے ہفتے میں ایک آدھ گزل بھیج دیتا اسے نے کبھی مجھے خط نہ لکھا کبھی کوئی تحفہ نہ دیا..... کبھی میرے جسم کو ہاتھ نہ لگایا..... اس کے باوجود..... اس کے باوجود وہ ایسے لگتا جیسے کسی روز مجھے ٹوٹ کر چاہنے لگے گا۔ میں اسی دن کی آرزو میں جی رہی تھی..... ہم روز ملتے تھے ہر روز میں اس ماؤنٹ ایورسٹ کو سر کرنے کی کوشش کرتی..... سر جی کبھی آپ نے ایسے زخمی پرندے کو دیکھا ہے جو اپنے گھونسلے تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہو لیکن پہنچ نہ سکتا ہو؟ ہر اڑان کے بعد میں منہ کے بل گرتی اور اڑنے لگتی۔"

"ہاں امتل سیکھا ہے امتل غور سے دیکھا ہے۔"

میں ذہنی طور پر حاضر بھی تھا اور غیر حاضر بھی ہر انسان پر ایسے لمحے آتے ہیں جب اردگرد کی ہر چیز کافی ہوتی ہے کسی نئی چیز کی خواہش یا انتظار بھی نہیں ہوتا بظاہر کسی سے کوئی شکایت یا گلہ بھی باقی نہیں رہتا عشق کا روگ بھی کوسوں دور ہوتا ہے آگے پیچھے ہر سمت سے سکھ کا سندیسہ آتا ہے فضا میں ہوا میں روح میں کوئی پھانس نہیں ہوتی